P. O. RGD. No. A 922

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو (ہند) علیگڈھ کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ دو آنے　　　　سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۱۱	یکم مارچ سنہ ۱۹۵۲ء	ایڈیٹر قاضی عبدالغفار	۴ جمادی الثانی ۱۳۷۱ ہجری	نمبر ۵

کچھ اپنی باتیں

ہندستان سے کالے پانی تک!

جزایر انڈمان کی انڈین ایسوسی ایشن کا حسب ذیل مراسلہ ہم نقل کرتے ہیں:-

"ہم اپکو زبان کے اہم مسئلہ کے متعلق مطلع کرتے ہیں جو ان جزایر میں پیدا ہو گیا ہے۔

حال ہی میں لوکل اسکول کمیٹی کے اراکین اور حکومت کے بعض لوگوں نے یہہ تجویز پیش کی ہے کہ اسکول میں اردو کے بجائے ہندی کلیتاً ذریعہ تعلیم بنادی جائے (ان جزایر میں صرف ایک ہی ثانوی اسکول ہے)۔ اسکول کی مشاورتی کمیٹی نے اس مفہوم کی ایک قرارداد منظور کرلی ہے۔

ہندستان کے باہر جزایر انڈمان کے متعلق بہت کم معلومات ہے اس لئے تھوڑا سا تعارف بیجا نہ ہوگا۔ انڈمان کی آبادی دو حصوں میں تقسیم ہے۔ ایک مستقل باشندے جنکو انڈمان انڈین کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور جنکا کوئی خاندانی یا دوسرا تعلق ہندستان سے نہیں۔ نہ وہاں انکی کوئی جائیداد ہے اور دوسرے وہ لوگ جو یہاں بسلسلہ ملازمت و تجارت آتے ہیں، یعنی وہ لوگ جنکا مستقل تعلق ہندستان سے ہے مگر وہ یہاں متذکرہ بالا تعلقات کی وجہ سے مقیم رہتے ہیں۔

انڈمان انڈین، یعنی مستقل باشندے، آن ہندستانیوں کی اولاد ہیں جو سبھی سے یہاں بھیجے گئے تھے۔ تاریخی وجوہ کی بنا پر نیز باہر سے آنے والوں سے معاشی مقابلہ مشترکہ زندگی کی جدوجہد کی بنا پر انڈمان کے ہندستانی ایک متحدہ قوم بن گئے ہیں جسکی تعداد دس ہزار سے زیادہ ہے اور جو مشترکہ تہذیب، مشترکہ زبان اور مشترکہ قسمتی کیفیت کی وجہ سے بالکل ایک ہو گئی ہے۔ یہہ ایک عجیب تجربہ ہوا ہے کہ کوداٹ سے کیپ کاموورن تک کے غیر مقیم ہندستان کے مختلف صوبوں اور علاقوں سے آنے والے لوگ ایک متحدہ قومیت میں منسلک ہو گئے ہیں اور انکی تہذیب اور زبان زیادہ تر وسطی

ہندستان (اتر پردیش) کی ہے - یعنی ہندستانی زبان اور اسکی علمی صورت اردو انکی زبان ہے - یہہ ہے ہماری تاریخ - اردو ایک اتحاد پیدا کرنے والا عنصر ہے اور ہندوؤں اور مسلمانوں نے اسکی تعلیم حاصل کی ہے، اسکو پرورش کیا اور وہ اپنی اس وراثت پر فخر کرتے ہیں -

اب یہہ کوشش شروع ہوئی ہے - یہہ تجویز نہ صرف ہمکو اس حق سے محروم کردیگی کہ ہمارے بچے اپنی مادری اور ملکی زبان میں تعلیم حاصل کریں، بلکہ یہہ تجویز ہمارے اتحاد کو برباد کردیگی اور فرقہ پرستی کی تخم ریزی کریگی اور اسطرح اس جزیرہ کے لوگوں کو متحد ہو کر مشترکہ، سیاسی جمہوری اور تہذیبی حقوق حاصل کرنے کی جدو جہد کرنے سے روک دیگی -

اردو کے خلاف دلیلیں وہی ہیں جو ہم ہندستان میں سنتے ہیں - یعنی یہہ مسلمانوں کی زبان ہے، پاکستانی زبان ہے، اسکا کوئی مستقبل نہیں اسکا ادب کچھہ نہیں، وغیرہ - یہہ فرسودہ گفتگو جاری ہے -

انڈمان کے ہندستانیوں کے انجمن نے جو انکی نمائندہ ہے اور تنہا وہی انکی منظم اور ہردلعزیز تحریک ہے اس تجویز کے خلاف احتجاج کیا ہے - ہم نے کہا ہے کہ انڈمان کے ہندوستانیوں کو یہہ حق دیا جائے کہ وہ اپنی مادری زبان میں تعلیم حاصل کریں اسی کے ساتھہ ہم دوسروں کو بھی یہی حق دینا پسند کرتے ہیں اور ہم نے یہہ تجویز پیش کی ہے کہ دو زبانوں میں تعلیم دی جائے، تنہا یہی اس سوال کا واحد حل ہے - اسطرح ہماری رائے میں اردو اور ہندی دونوں کو اس علاقہ کی زبان تسلیم کیا جائے -

ہم نے آپکو یہہ خط اس لئے لکھا ہے کہ آپ یہاں کے ان حالات سے باخبر رہیں - ہم آپکو مزید اطلاعات دیتے رہینگے - مہربانی کرکے ہمیں انجمن کا تمام لٹریچر بھیج دیجئے تاکہ ہم ہندوستان میں اردو کو اسکا صحیح اور جائز مقام دینے کے جو جدوجہد کی جارہی ہے اس سے باخبر رہیں - آپ اس رپورٹ کو جسطرح چاہیں استعمال کرسکتے ہیں -

کے - آر - گنیش بی-اے

سکریٹری انڈمان انڈین ایسوسی ایشن

نیتاجی کلب ہال - پورٹ بلیر

اس مراسلہ کی اشاعت کا مقصد سب سے پہلے حکومت ہند کو ان حالات پر توجہ دلانا ہے جو جزایر انڈمان میں پیدا کئے جارہے ہیں - اسکے بعد اس اشاعت کا مقصد یہہ دکہانا ہے کہ اردو کی ہر دلعزیزی کے وسیع طول و عرض میں پہیلی ہوئی ہے - اگر اردو زبان کے مخالفین ٹھنڈے دل سے غور کریں تو انہیں اردو زبان کی قدرتی اور تہذیبی قوت کا صحیح اندازہ ہوسکتا ہے اور انصاف کی نظر سے دیکھیں تو وہ محسوس کرسکتے ہیں کہ اردو کے ساتھہ جو ظلم روا رکہا جارہا ہے وہ کسقدر ناروا ہے!

مرحوم ملا رموزی

اردو لکھنے پڑھنے والوں نے بڑے ملال کے ساتھہ یہہ خبر سنی اردو کہ زبان کے ظرافت نگار اور گلابی اردو لکھنے والے ملا رموزی نے وفات پائی - ملا رموزی اردو زبان کے شیدائیوں میں تھے - ہماری زبان کا مورخ ان کو کبھی فراموش نہ کرسکے گا - مرحوم مشرقی تہذیب کے دلدادہ تھے اور انہوں نے گھریلو زندگی کی چہل پہل اور چھیڑ چھاڑ کو اپنی ظرافت میں جس طرح جگہ دی وہ ہمارے کلچر کی تاریخ کا اہم جزو ہے -

---

مولوی اکرام اللہ خاں ندوی

بہت افسوس ہے کہ علی گڈھ کی قدیم صحبتوں کی ایک اور یادگار ختم ہو گئی۔ مرحوم نے علی گڈھ کی تحریک کے کئی دور دیکھے تھے اور اس تحریک کی وہ ایک زندہ تاریخ تھے۔ عرصہ تک ایجوکیشنل کانفرنس کی تحریک سے وابستہ رہے اور برسوں کانفرنس گزٹ کے ایڈیٹر رہے۔ صاحب تصنیف بھی تھے اور آنکی کتاب "وقار حیات" (سوانح نواب وقار الملک) بہت مشہور ہوئی۔ ۳۰ سال تک علی گڈھ کی تحریکوں سے وابستہ رہ کر مرحوم رخصت ہو گئے اور یہاں کے قدیم تہذیبی حلقوں میں ایک جگہ خالی کر گئے جسکا پر ہونا مشکل ہے۔

ہلکے ہلکے اشارے

—— نئی دہلی: ہندستان اور پاکستان کے کتابیں شائع کرنے والوں سے پنجاب اترپردیش اور دہلی کے تقریباً دو سو ادیبوں نے اپیل کی ہے کہ اہل قلم کی اجازت کے بغیر انکی کتابیں شائع نہ کریں۔

مثالاً بتایا گیا ہے کہ مولانا آزاد کی کتاب "تذکرہ" اور حفیظ جالندھری کا "شاہنامہ" اور ایسی ہی بہت سی مشہور کتابیں ہندستان اور پاکستان میں بلا اجازت شائع ہو رہی ہیں اور فروخت کی جا رہی ہیں۔ اور ان کتابوں کے حق تصنیف کا بھی کوئی معاوضہ نہیں دیا جاتا۔

ان ادیبوں نے دونوں ملکوں پر زور دیا ہے کہ وہ اہل قلم کے حقوق کی حفاظت کے لئے یکساں قانون بنائیں۔

—— مثالاً دو ایسی مشہور کتابوں کا نام بتایا گیا ہے جو بے تکلف مال مسروقہ بنائی گئی ہیں، ورنہ اگر پوری فہرست مرتب کی جائے تو اس میں اقبال کی تقریباً تمام کتابیں اور حالی و شبلی اور انجمن ترقی اردو کی بہت سی مطبوعات درج کرنی ہونگی جن سے ہمارے ایماندار(!) ناشرین نے لاکھوں روپیہ کمایا ہے۔ مثالاً لیلےٰ کے خطوط کی ۲۰ مختلف اشاعتوں کا ذکر کیا جا سکتا ہے جو تقسیم سے پہلے تمام پنجاب میں اور تقسیم کے بعد مغربی پنجاب میں لقمہ لذیذ بنائی گئیں۔

—— اسکا علاج صرف پاکستان و ہندستان کا قانون ہی نہیں ہے بلکہ حقیقتاً یہہ ہے کہ دونوں ممالک بین الاقوامی قانون حق تصنیف کے تحت آپس میں معاہدہ کرلیں تاکہ دونوں ملکوں کے ان چوروں کے خلاف قانونی چارہ جوئی ممکن ہو۔ بغیر اسکے اہل قلم کا حق تصنیف ایک بے معنے اصطلاح بن جاتا ہے!

—— جب کتابوں کے حق تصنیف کا یہہ حال ہے تو آن مضامین اور اشعار کا تو ذکر ہی کیا جو بلا تکلف چرائے جاتے ہیں۔ کبھی کبھی کوئی دزد چراغ بکف اتنا لحاظ فرماتے ہیں کہ ادھر ادھر چند سطریں یا چند شعر بدل بھی دیتے ہیں! یہہ چوری کا مال بھی ہمارے ادبی بازار میں خوب بک رہا ہے!

—— عثمانیہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر صاحب نے یونیورسٹی کونسل کے جلسہ میں علاقائی زبان کو ذریعہ تعلیم بنانے کے متعلق تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ حیدرآباد میں تین علاقائی زبانیں ہیں —— تلنگی مرہٹی اور کنڑی —— "اگر ان تینوں کو کالجوں میں ذریعہ تعلیم بنایا گیا تو بہت پیچیدگیاں اور انتشار پیدا ہو جائیگا"

—— معزز وائس چانسلر حیدرآباد کے علاقائی زبانوں میں اردو کا نام لینا بھول ہی گئے! کیا ہماری انجمن کی حیدرآبادی شاخ موصوف کی اس فرو گذاشت کی تلافی دہی کرنے کا کوئی مناسب طریقہ اختیار نہیں کر سکتی؟

علاقائی زبان کی تحریک

(ایک تصحیح)

گذشتہ ماہ علاقائی زبان کی تحریک کے متعلق مرکزی انجمن ترقی اردو کی مجلس عاملہ کی جو قرارداد شائع کرائی گئی تھی اس کے ساتھ لکھنؤ کانفرنس میں دستخطوں کی فراہمی کے متعلق جو ہدایات منظور ہوئی تھیں وہ بھی شایع کی گئی تھیں۔ ان میں ایک سہو ہو گیا جس کی وجہ سے غلط فہمیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ ہدایت نمبر ۲ میں یہ لکھا گیا تھا کہ بہ یک وقت دو فارموں پر دستخط کرانے چاہئیں حالانکہ کانفرنس میں یہ طے پایا تھا کہ صرف ایک فارم پر دستخط لئے جائیں۔ تحریک کے کارکنوں اور انجمن کی تمام شاخوں کو مطلع کیا جاتا ہے کہ **مجلس شوریٰ کے فیصلے کے مطابق صرف ایک فارم پر دستخط کرانا کافی ہوگا۔**

اس سہو کی تصحیح کو پیش نظر رکھ کر کام ہونا چاہئیے۔

جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو [ہند] علی گڑھ۔

اردو زبان اور حیدرآبادی انتخابات

(از پروفیسر ہارون خان شروانی)

آج کل اردو زبان جس دور سے گذر رہی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ اردو کی جنم بھومی یعنی اتر پردیش اردو کشی کی تحریک میں شاید سب سے زیادہ پیش پیش ہے۔ لیکن ہمارا حیدرآباد بھی اس دوڑ میں کسی سے پیچھے نہیں، اور اس ریاست کے ایک وزیر نے اپنی کسی پبلک تقریر میں تو یہ بھی کہہ دیا ہے کہ اردو صرف حیدرآباد ہی کی نہیں بلکہ ہندوستان ہی کی کوئی زبان نہیں۔ آپ آج حیدرآباد ریاست کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک چلے جائیں تو گو ہندو مسلمانوں کی دکانوں کے نام، سنیما کے اشتہار پبلک جلسوں کے اعلان اخباروں کی بہت زیادہ تعداد اردو میں دیکھیں گے، اور یہاں کے بہت سے اچھے ہندو خاندانوں کے خانگی خط آپ کو دیکھنے کو مل جائیں تو انہیں بھی شستہ اردو میں پائیں گے، لیکن کسی سرکاری دفتر کے سائن بورڈ پر اردو کا نام نشان بھی نہیں ملے گا اور سرکاری بسوں پر سے بھی منزلوں کے نام سے اردو چھٹتی ہوئی نظر آئے گی۔ بعض جگہ تو سرکاری سائن بورڈوں پر دو دو تین تین زبانوں کے لئے جگہ ہوتی ہے، مگر نہیں ہوتی تو اردو کے لئے۔

دوسرا رخ ملاحظہ کیجئے۔ چار برس سے عثمانیہ یونیورسٹی نے اس کی اجازت دیدی ہے کہ طلبہ امتحانوں کے سوالوں کا جواب انگریزی میں یا ہندستانی میں دیں، اور اس ہندستانی کا رسم الخط اردو ہو یا ناگری، لیکن طلبہ اور طالبات کے سوالوں کا جواب یا تو انگریزی میں دیتے ہیں ورنہ اردو رسم خط میں۔ اور مشکل سے پانچ سو میں سے ایک طالب علم ایسا ہوگا جسنے اپنی بیاض کو ناگری لپی میں لکھنا پسند کیا ہو۔

کہا جاتا ہے کہ حیدرآباد ریاست کی علاقائی زبانیں صرف تین ہیں، یعنی تلنگی، کنڑی اور مرہٹی، اور آج کل ہمارے محکہ تعلیمات میں اسی بنا پر بیچاری اردو اور ان تین زبانوں میں سخت کشمکش جاری ہے۔ اردو زبان کو حیدرآباد کی ایک زبان سمجھنا مداخلت بیجا سے کم نہیں سمجھا جاتا۔ لیکن حال کے چناؤ نے علاقائی زبان کے لئے ایک نیا معیار قایم کر دیا ہے۔ اگر کوئی پیمانہ اس بات کے اندازے کے لئے قایم ہو سکتا ہے کہ حیدرآباد والے کونسی زبان میں ایک

دوسرے سے بات کرتے ہیں یا کونسی ایسی زبان ہے جس میں اپنا مطلب ایک دوسرے کو سمجھانا چاہتے ہیں تو اس کے لئے حال کے انتخابات سے بڑھ کر کوئی دوسری چیز نہیں ملے گی۔ انتخابات میں ہر امیدوار چاہتا ہے کہ دوسرے اس کی بات کو سمجھ سکیں اور جو اپیل وہ کر رہا ہے وہ دوسروں کے دل میں اتر جائے۔ ہمیں اس کا تو علم نہیں کہ دوسری ریاستوں اور دوسرے شہروں میں جو پروپاگنڈا اور اشتہار بازی ہوئی اس کے لئے کیا کیا طریقے اختیار کئے گئے' لیکن یہاں تو پبلک اور نیم پبلک جلسوں اور موٹروں سے تشہیر کے علاوہ اس کے لئے ایک نہایت ہی انوکھا اور دلچسپ طریقہ یہہ نکالا گیا کہ امیدواروں اور ان کے کارکنوں نے شہر بھر کی دیواریں' خواہ کسی کی بھی ہوں' سرکاری ہوں یا خانگی' اپنی اپنی اپیلوں اور علامتوں سے گویا رنگ دیں' اور یہہ تحریریں اس وقت تک برابر دیواروں پر موجود ہیں۔ حیدرآباد ریاست میں مسلمانوں کی آبادی پندرہ فیصدی سے زیادہ نہیں' اور تمام پارٹیوں نے اپنے اپنے جو امیدوار کھڑے کئے انہیں اور لاتعداد آزاد امیدواروں کو ملا کر زیادہ سے زیادہ پانچ یا سات فیصدی مسلمان امیدواروں نے اپنے آپ کو چناؤ کے لئے پیش کیا ہوگا یہی وجہ ہے کہ حیدرآباد اسمبلی کے ۱۷۵ ممبروں میں سے صرف ۱۰ مسلمان ممبر چنے گئے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ زیادہ تر پروپاگنڈا اور اشتہار بازی جن لوگوں نے کی ہوگی یا جن کے لئے کی گئی ہوگی وہ غیر مسلم ہی ہونگے' اور جس زبان میں سب سے زیادہ یہہ پروپاگنڈا کیا گیا ہوگا وہ ایسی زبان ہوگی جسے بلا تفریق مذہب ووٹروں کا بیشتر حصہ سمجھتا ہوگا۔

یہہ ہوتا ممکن تھا کہ مائکروفون اور تقریروں کی صدا بندی کی جا سکے' لیکن یہہ ایک واقعہ ہے کہ حیدرآباد اور سکندرآباد ہی نہیں بلکہ ان کے مقامات میں بھی جو تقریریں ہوئیں ان میں سے ۹۰ بلکہ ۸۰ فیصدی خالص اردو زبان میں ہوئیں۔ اس کے علاوہ کوئی آج بھی آکر دیکھ لے کہ جو اشتہار بازی شہر کی سیکڑوں دیواروں پر نظر آتی ہے اس کا ایک بہت بڑا حصہ اردو زبان اور اردو رسم خط میں ہے۔ راقم الحروف نے اپنے مکان کے ایک ایک میل چاروں طرف کی دیواروں پر جتنی بھی تحریریں ہیں وہ گنوائیں' اور اس سے اندازہ ہوا کہ ان میں سے کم سے کم ساٹھ بلکہ پینسٹھ فیصدی اردو میں ۲۵ فیصدی تلنگی میں اور باقی دس یا پندرہ فیصدی ہندی اور انگریزی میں ہیں۔ جیسا معزز پڑھنے والوں کو معلوم ہے "پولیس ایکشن" کے بعد اندھرا ریاست کی تحریک میں پہلے سے زیادہ زور پیدا ہو گیا ہے اور کوشش کی جا رہی ہے کہ کسی طرح یہہ ایک جداگانہ اندھرا ریاست قایم ہو جائے جس میں حیدرآباد کے تمام تلنگی بولنے والے ضلعے بھی شامل ہوں' اور اس "وشال اندھرا دیش" کی حکومت گاہ حیدرآباد بن جائے۔ یہہ تمام اسکیم اس مفروضے پر مبنی ہے کہ حیدرآباد شہر اور اس کے مقامات کی زبان تلنگی ہے اور وشال اندھرا دیش کی حکومت گاہ کے لئے اس سے بہتر مقام ملنا ناممکن ہے۔ لیکن جب ہم نہاد تلنگی بولنے والے امیدوار اپنے ووٹروں سے اپیل کرتے ہیں تو خالص اردو زبان میں! مثال کے طور پر چند تحریریں ملاحظہ ہوں جنہیں ہو بہو نقل کر لیا گیا ہے :-

"کانگریس کے امیدوار کو بال واڑ ایکرے کو ووٹ دیجئے"

"پارلیمنٹ کا ووٹ رام مورتی نائیڈو صدر

نیشنل یونتھ کانگریس کو دیجئے۔ امتیازی نشان بلڈی"

"خوشحالی، شانتی اور ترقی کے لئے کانگریس کو ووٹ دیجئے"

"رام راجیہ پرشد کو ووٹ دو"

"دیس میں خوشحالی، شانتی کے لئے ترقی، ایمانداری اور بے لوثی لازمی ہے۔ اس کے لئے حلقہ چادر گھاٹ کے آزاد امیدوار شری بھم راجملو کی بلڈیہ کو ووٹ دو نشان۔ انجن"

"کامریڈ جگ جیون پرشاد کو ووٹ دو"

یہہ اور بیسوں دوسرے "کتبے" اردو زبان میں نظر آتے ہیں۔ یہی نہیں کہ اردو نثر میں مختلف پارٹیوں نے اپنے ووٹروں سے اپیلیں کیں بلکہ جگہ جگہ شعر شاعری کو بھی کام میں لایا گیا۔ بعض نظمیں ردیف قافیے کے اندر اور بعض انسے بالکل ماورا ہیں۔ دونوں کی مثالیں ملاحظہ ہوں:۔

"بھڑک اٹھی ہے فضا میں جو آتش امروز
دبا تو سکتے ہو لیکن بجھا نہیں سکتے"
کامریڈ مخدوم کو ووٹ دیجئے۔ نشان پنجا"۔
"فرقہ پرست ہوشیار۔ سوشلسٹ پارٹی ہے تیار"
"اس زمین موت پروردہ کو ڈھایا جائے گا
ایک نئی دنیا نیا عالم بسایا جائے گا"
"جھاڑ کو کاٹ دو۔ تیر کو توڑ دو۔ پنجے کو موڑ دو۔ کانگریس کو ووٹ دو"
"گلے پہ رکھہ کے چھری ووٹ مانگنے آئے۔
وہ آپ بیل ہیں بیلوں کی جوڑیاں لائے۔ وغیرہ وغیرہ

کسی زبان کے رواج کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہو سکتا ہے ہر گھر، مذہب اور ہر فرقے کے لوگ اسی زبان میں اپنے اصول اور اپنی سیاست کا پرچار کریں اور امید کریں کہ جن سے وہ مخاطب ہیں وہ اس زبان کو سمجھہ ہی نہیں سکینگے بلکہ اس کی باریکیوں کو بھی ذہن نشین کر سکینگے۔

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ حیدرآباد ریاست میں اردو زبان کو جو مقبولیت حاصل ہے اور اس کے رواج کا جو بدیہی ثبوت حالیہ انتخابات سے مل گیا ہے اس کو پیش نظر رکھہ کر ہمارے ملک کے جمہوری دستور کی دفعہ ۳۴۷ کے مطابق عمل کیا جائے اور عالی جناب صدر جمہوریہ کو اس بات کا یقین دلایا جائے کہ حیدرآباد ریاست میں تین نہیں بلکہ چار زبانوں کو علاقائی زبانیں ہونے کا رتبہ حاصل ہے اور ان چار زبانوں میں ایک اردو زبان بھی ہے۔ اس کے رواج کا اس سے زیادہ کیا ثبوت مل سکتا ہے کہ اس انتخاب جیسے اہم موقع پر ساٹھہ پینسٹھہ فیصدی پروپگنڈا اس زبان میں کیا جائے۔ ہمارے جو قائم مقام ریاستی اسمبلی یا پارلیمنٹ کے لئے منتخب ہوے ہیں انہیں اس بات کا اچھی طرح سے احساس ہوگا کہ ریاست میں اردو زبان کا کیا مقام ہے اس لئے کہ ان میں سے ایک بڑی تعداد نے ووٹروں سے اسی زبان میں اپیلیں کیں اور یہہ اپیلیں کامیاب ہوئیں، اور اگر ہم اس کی امید کریں کہ وہ نیابتی جماعتوں میں جانے کے بعد ان ووٹروں کو بھول نہیں جائینگے جن کی زبان اردو ہے تو ہم یقیناً حق بجانب ہونگے۔

ہارون خان شروانی

ایک ضروری اطلاع

علاقائی زبان کی تحریک کے جو فارم مرکزی انجمن ترقی کے دفتر میں دستخط حاصل کرکے بھیجے جارہے ہیں انکے متعلق بعض ضروری امور پر کارکنوں کو توجہ دلانا ضروری ہے۔

(۱) بعض حضرات فارموں پر نام لکھہ کر لیکن دستخط حاصل کئے بغیر یہہ فارم بھیج دیتے ہیں۔ ایسے فارم بالکل بیکار ہیں۔

(۲) بعض کارکن جب دستخط حاصل کرتے ہیں تو فارم کے آخر میں اپنا نام نہیں لکھتے اگر وہ ایسا کریں تو ضرورت کے وقت انکے ذریعہ سے دستخط کرنے والوں کا نشان اور پتہ معلوم کرنے میں آسانی ہوگی۔

(۳) بعض فارموں پر ایسے دستخط دیکھے گئے جو معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی قلم سے اور ایک ہی شخص نے کئے ہیں۔ یہہ طریقہ کار بہت زیادہ قابل اعتراض ہے۔ اسطرح دستخطوں کی ساکھہ ختم ہو جاتی ہے اور اسکا اثر ہماری تحریک پر پڑ سکتا ہے۔ امید ہے کہ اس تحریک کا کوئی کارکن یہہ غلطی نہیں کریگا۔

افس سکریٹری عارضی کمیٹی کا بیان

محترمہ سلطانہ بیگم صاحبہ نے اپنے ایک اخباری بیان میں بتایا ہے کہ علاقائی زبان کی مہم کے سلسلے میں اب تک یو۔پی کے مختلف اضلاع میں چار لاکھ سے زیادہ دستخط حاصل کئے جاچکے ہیں۔

عام انتخابات کی گرما گرمی میں مہم کی رفتار سرد پڑجانے کا ردعمل صوبہ بھر میں پوری شدت سے ہوا ہے اب فی ہفتہ ایک لاکھ دستخط حاصل کرنے کے اندازے سے کام شروع کردیا گیا ہے۔

انہوں نے بیان میں بتایا ہے کہ روزانہ مرکزی دفتر علاقائی زبان میں مختلف مقامات سے دستخط شدہ فارموں کے پیکٹ وصول ہورہے ہیں۔

اردو علاقائی زبان کمیٹی کی اترپردیش کے قصبوں اور شہروں میں اب تک سوا سو شاخیں قائم ہوچکی ہیں ادھر الکشن کی وجہ سے بیس پچیس شاخوں کو چھوڑکر ہر ایک کے کام میں سستی آگئی تھی۔ لیکن الکشن ختم ہوتے ہی سستی دور ہوگئی۔ ہر جگہ کارکنوں اور ہمدردوں کے بڑے بڑے جلسے کئے گئے۔ کام کو از سرنو منظم کیا گیا۔ اور دستخط حاصل کرنا شروع کردے گئے۔ سہارن پور، آگرہ، مظفر نگر، الہ آباد، مئو ناتھ بھنجن، کاسگنج، بلند شہر وغیرہ میں جہاں کام بہت سرد ہوگیا تھا اب پھر بہت تیز رفتاری سے چل رہا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقامات اپنی سستی کی بہت جلد تلافی کردیں گے۔ جن مقاموں پر الکشن کے زمانے میں بھی کام ہوتا رہا ہے اس میں قابل ذکر مقام مشہور شاعر جوش کا وطن ملیح آباد ہے جہاں کی شاخ کے صدر حبیب الملک صاحب نے الکشن ہی کے زمانے میں اپنا کوٹا پورا کردیا۔ اور ایک ہفتہ ہوا کہ انہوں نے دستخط شدہ فارموں کو مرتب کرکے صدر دفتر میں داخل کردیا۔ یہ پہلی جگہ ہے جہاں یہ کام پایہ تکمیل کو پہونچ گیا ہے۔

شبلی کے وطن اعظم گڑھ میں بھی دستخطوں کی مہم بہت اچھی طرح چل رہی ہے معارف کے اڈیٹر شاہ معین الدین صاحب اس کی خود نگرانی کررہے ہیں۔ انہوں نے اپنے یہاں فارم چھپواکر تقسیم کرائے ہیں۔ اور اب تک چالیس پچاس ہزار کے درمیان دستخط حاصل کرچکے ہیں۔ مولانا عبدالماجد کے وطن دریا آباد میں بھی یہ مہم الکشن کے زمانے میں بھی اسی رفتار سے چلتی رہی جیسی گرما گرمی سے پہلے چل رہی تھی۔ اور وہاں سے ہر دوسرے ہفتہ دستخط شدہ فارموں کی ایک گڈی برابر آتی رہی۔ یہاں کے کام کی نگرانی خود مولانا کررہے ہیں۔

گورکھپور سے بھی جہاں حکیم ابوالکلام اور سید منظور علی صاحبان کی نگرانی میں یہ مہم چل رہی ہے برابر دستخط شدہ فارموں کے بنڈل آتے رہے۔ الہ آباد میں پروفیسر مسیح الزماں صاحب نے الکشن ہی کے زمانے میں جان ڈالی اور اب وہاں کام بہت منظم طریقے سے چل رہا ہے۔ ریلی میں شمشاد علی، دیوبند میں سید فرحت حسین قاسمی۔ سہسوان میں محمد اسمعیل قریشی۔ شمس آباد میں مولانا ابوالبیان ور تسیم احمد صاحبان اور رائے بریلی میں عبدالشہید صاحب کی نگرانی میں یہ کام اپنی رفتار سے ہوتا رہا۔

کام کی رفتار کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ اس ایک ہفتہ میں پندرہ شہروں اور قصبوں میں نئی کمیٹیاں قائم ہوئی ہیں اور نیا کام شروع ہوا ہے۔

الکشن کے زمانے میں چونکہ اکثر مقامات پر کام نہیں ہوسکا اس لئے اب وہ مقامات اس بات پر اصرار کررہے ہیں کہ دستخط حاصل کرنے کی آخری تاریخ ۳۱ مارچ کے بجائے ۳۱ مئی کردی جائے۔

اون سب کی خدمت میں جو اردو زبان کو عزیز رکھتے ہیں

الکشن کے ہنگاموں نے چلد روز کے لئے علاقائی زبان کی تحریک کو کسی قدر سست کر دیا تھا ـ اب وہ ہنگامے ختم ہو چکے اور اب ۲۰ لاکھ دستخطوں کے فراہم کرنے اور صدر جمہوریہ کے پاس وفد لے جانے کا وقت بہت قریب آگیا ہے ـ

جس جوش کے ساتھ اتر پردیش کے اضلاع میں یہہ کام شروع ہوا تھا اُس سے دگنے اور چوگنے جوش کے ساتھہ اگر اب کام نہ کیا گیا تو اُس کی تکمیل میں بہت تاخیر ہو جائیگی ـ میں بار بار اس بات پر زور دیتا رہا ہوں کہ مکمل تنظیم کے ساتھہ اور تیز رفتار سے اس کام کو انجام دینا ہے ـ اس تحریک کی کامیابی ہمارے بہت سے مسایل کی کامیابی کا راستہ کھولدیگی ـ اگر اس نقطہ نظر کو نظر انداز کر کے اردو کے حامیوں نے اپنے جوش کو دھیما ہو جانے دیا تو ہماری اجتماعی زندگی کے بہت سے اہم مسایل ہمارے قابو سے باہر ہو جائینگے ـ

پھر ایک دفعہ میں آپ کو یاد دلاتا ہوں کہ وقت کسی جماعت کے آگے بڑھنے کا انتظار نہیں کیا کرتا، وہ تو گذرتا ہی چلا جاتا ہے اور قافلے کے سست رفتار مسافر پیچھے رہ جاتے ہیں ـ

محمد عبدالغفار

سکریٹری ـ انجمن ترقی اردو (ہند)

نذرِ جواہر

(از سکندر علی وجد)

چراغ عقل علم و عمل ہے نام ترا
بہارِ گلشنِ ہندوستاں پیام ترا

ملول کر نہ سکا زہر قید و بند تجھے
تلاش حسن و صداقت رہی پسند تجھے

نئی حیات ملی سوزِ سعی پیہم سے
دھڑک رہا ہے دلِ ایشیا ترے دم سے

ثمر فشاں ہے مسلسل فروتنی تیری
مسافروں کیلئے چھاؤں ہے گھنی تیری

ہر ایک بیکس و بے زر تری پناہ میں ہے
دلوں کے زخم کا مرہم تری نگاہ میں ہے

مثالِ صبحِ اندھیرے کی زد سے دور ہے تو
شبِ سیاہ میں تنہا منارِ نور ہے تو

ترا جلال نگہباں نہیں تو کچھہ بھی نہیں
وطن میں امن کا ساماں نہیں تو کچھہ بھی نہیں!

انجمن کی خبریں

ٹونک

۲۰ جنوری سنہ ۱۹۵۲ع کو صبح ۱۰ بجے دار العلوم خلیلیہ ٹونک کے اردو ہال میں وائس چیرمین میونسپل بورڈ جناب مولانا سید عبدالقادر صاحب کی دعوت پر ٹونک کے بہی خواہان اردو کا ایک عام اجتماع زیر صدارت حافظ عبدالحی صاحب رعنا ہوا جس میں ٹونک کے روشن خیال تعلیم یافتہ حضرات اور شعرائے اکرام نے کثیر تعداد میں شرکت کی، سب سے پہلے مولانا سید عبدالقادر صاحب خنداں نے اردو زبان کی بقا و ترقی کی ضرورت اور انعقاد جلسہ کے اغراض و مقاصد پر مختصر تقریر فرمائی، اور انجمن ترقی اردو ہند کے مطبوعہ قواعد و ضوابط سنائے ـ اور یہہ بھی بتایا کہ ٹونک میں انجمن ترقی اردو کا قیام کوئی نئی چیز نہیں ہے ـ تقسیم ہند سے پہلے یہاں باضابطہ انجمن کی شاخ قائم تھی، اب پھر اگر علم دوست اور ہمدردان اردو نے ہماری مدد کی تو ہماری یہہ انجمن روز افزوں ترقی کرے گی ـ مولانا خنداں صاحب کی اس تجویز کی تائید میں جمیعۃ علمأ راجستان کے ناظم اعلیٰ مولانا سید قاضی الاسلام صاحب نے مختصر سی تقریر فرمائی ـ

جلسہ میں ۲۴ ناموں کی ایک فہرست منظور کی گئی۔ اور طے کیا گیا کہ انجمن مرکزیہ کے قوانین کے مطابق ان حضرات سے ابتدائی ممبری کی فیس مبلغ ایک روپیہ داخل کرائی جائے۔

جلسہ میں انجمن کی صدارت کے لئے جناب حافظ قاری عبدالحی صاحب رعنا مہتمم توشہ خانہ نواب صاحب ٹونک کا اسم گرامی بالاتفاق منظور کیا گیا۔

نیز مندرجہ ذیل عہدیداران اور اراکین مجلس عاملہ کا انتخاب عمل میں آیا۔

نائب صدر جناب حبیب الرحمن خان صاحب ایم۔اے ایل ایل۔بی (ایڈوکیٹ)
نائب صدر جناب منشی عبدالبصیر صاحب بصیر
ناظم عمومی جناب مولانا سید منظور الحسن صاحب برکاتی لکچرار دارالعلوم خلیلیہ
خزانچی جناب منشی حبیب الرحمن خان صاحب نائب مہتمم توشہ خانہ نواب صاحب ٹونک
ناظم صاحبزادہ سلطان محمد خان محمود یوسف زئی

حیدرآباد

۲۴ جنوری۔ انجمن ترقی اردو (حیدرآباد) کے زیر اہتمام (۲۰ جنوری) کو شام کے ۶ بجے سے راجہ کرن پرشاد بہادر کی صدارت میں "یوم حسرت" منایا گیا۔ نظام کلب کا وسیع ہال حاضرین سے بھر گیا تھا۔ ڈائس پر حسرت کی ایک بہت بڑی تصویر رکھی گئی تھی جسے دیکھ دیکھ کر دلوں میں مرحوم کی یاد تازہ ہوتی تھی کیونکہ حیدرآباد میں ایسے اصحاب کی ایک کثیر تعداد موجود ہے جنہیں حسرت کی خدمت میں ذاتی طور پر نیاز حاصل تھا۔ شریک ہونے والوں میں ہر قوم و ملت کے افراد شامل تھے جن میں خواتین کی بھی ایک بڑی تعداد تھی ان میں خاص طور پر قابل ذکر حسرت مرحوم کی ہمشیرہ صاحبہ تھیں جو حیدرآباد ہی میں رہتی ہیں۔

حسرت کی شاعری اور آن کی خانگی اور سیاسی زندگی سے متعلق حسب ذیل اصحاب نے بہت دلچسپ اور پر از معلومات مقالے پڑھے۔

عبدالقادر سروری صاحب نے "حسرت کی شاعری" کے سیاسی پہلوؤں پر محترمہ رابعہ بیگم صاحبہ نے (جو حسرت کی ایک قریبی رشتہ دار بھی ہیں) "حسرت کی خانگی زندگی پر" ڈاکٹر یوسف حسین خان صاحب نے "حسرت کی عشقیہ شاعری پر" اور عبدالحفیظ صاحب قتیل نے "حسرت اور ان کے نقادوں" پر اپنا مقالہ سنایا۔

حیدرآباد کے مشہور قوال عزیز احمد خان صاحب نے اپنے خاص دلکش انداز میں حسرت کی چیدہ غزلیں سنائیں جن سے مجلس میں ایک خاص سماں بند گیا اور ہر طرف سے تحسین و آفرین کی صدائیں آنے لگیں۔ بعد ازاں مقامی شعراء میں سے حضرت امجد، سکندر علی وجد، کنول پرشاد سلیمان اریب، عطا وجدانی اور کرن پرشاد نے اپنے تازہ کلام سے حاضرین کو محظوظ کیا۔

آخر میں معتمد اعزازی حبیب الرحمن صاحب نے حاضرین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے توجہ دلائی کہ اگر اردو کی کوئی خاص سرپرستی نہ کی جائے بلکہ اس کو صرف اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے تب بھی وہ بلا کسی خوف و اندیشے کے پھلتی پھولتی رہیگی لیکن آج کل ملک کے بعض حصوں میں اردو کو مٹانے کی جو باضابطہ کوشش کی جارہی ہے اس کے پیش نظر اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ اردو زبان سے دلچسپی رکھنے والے بیدار ہوں اور اپنا فرض انجام دینے کے لئے کربستہ ہوجائیں۔ آتر پردیش میں اردو کو ناواجبی دست درازیوں سے بچانے کے لئے جو مہم شروع کی گئی ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے موصوف نے حاضرین کو بتایا کہ اس مہم کے چلانے والوں میں بہت سے ہندو ادیب اور شعراء اور ہندو پبلک نمایندے بھی شامل ہیں جو اس بات کا ثبوت ہے کہ زبان کا مسئلہ کوئی فرقہ واری مسئلہ نہیں ہے۔

جلسہ برخاست ہونے سے پہلے نواب مقصود جنگ بہادر (حکیم مقصود علی خان صاحب) نے حسرت کی انتہا درجے سادہ زندگی کے بعض واقعات بیان کرتے ہوئے مرحوم کی روح پر

فاتحہ پڑھی اور یہہ دلچسپ صحبت رات کے ۹ بجے کے قریب ختم ہوئی ۔

معلوم ہوا ہے کہ جلسے کے بعد بہت سے حضرات نے معتمد سے وعدہ کیا کہ وہ انجمن میں شریک ہو کر اس کے مقاصد کی تکمیل میں ہاتھ بٹائینگے۔

بنارس

۹ دسمبر کو انجمن ترقی اردو بنارس کے زیر اہتمام جامعہ اسلامیہ مدنپورہ میں بنارس کے ہر مکتب خیال کے نمایندوں کا ایک جلسہ ہوا۔ جلسہ میں اردو کو علاقائی زبان تسلیم کرانے کے لئے انجمن ترقی اردو علی گڈھ کے جاری کردہ فارم ہر طرف کے افراد میں تقسیم کئے گئے اور مندرجہ ذیل تجاویز بہ اتفاق آراء منظور کی گئیں

۱۔ انجمن ترقی اردو ہند علی گڈھ نے اردو کو یوپی کی علاقائی زبان تسلیم کرانے کے لئے عضرنامے کی جو مہم شروع کی ہے اُسے یہہ جلسہ نہایت مستحسن تصور کرتا ہے اور طے کرتا ہے کہ مقامی انجمن ترقی اردو کی طرف سے ضلع بنارس سے کم از کم ایک لاکھ دستخط فراہم کئے جائیں اور انجمن کے اس دعوے کو تقویت پہنچائی جائے کہ اردو واقعی یوپی کی ایک بڑی آبادی کی مادری زبان ہے اور اسے علاقائی زبان تسلیم کیا جانا ضروری ہے ۔

۲۔ یہہ جلسہ بنارس کے حامیان اردو سے اپیل کرتا ہے کہ وہ مرکزی انجمن ترقی اردو کی مقامی شاخ کے کارکن بنکر اس کو زیادہ سے زیادہ مضبوط بنائیں اور اس کے پروگرام پر عمل پیرا ہوں ۔

انجمن ترقی اردو بنارس کے صدر پروفیسر رام کمار چوبے صاحب نے اخبارات کے لئے مندرجہ ذیل بیان جاری کیا ہے ۔

"انجمن ترقی اردو ہند نے اردو کو یوپی کی علاقائی زبان تسلیم کرانے کے لئے جو کام دستخطوں کی فراہمی کا شروع کیا ہے اُس سے اردو کا مستقبل نہایت محفوظ و مامون ہوجائیگا۔ اردو کے ہر حامی کا فرض ہے کہ وہ اس مہم کو کامیاب بنانے کی جدوجہد کرے کیونکہ اسی آئینی اقدام کی کامیابی پر اردو کی بقا منحصر ہے۔"

خورجہ

مز تنویر صاحب جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو خورجہ ضلع بلند شہر اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں کہ ۱۷ فروری سنہ ۱۹۵۲ ع کو خورجہ کے حامیان اردو کا ایک عام جلسہ جناب حکیم سید عبدالمغنی صاحب کے دولت کدے پر ہوا۔ جس کی صدارت جناب مولوی محمد خاں صاحب نیر بنشنر سب جج نے فرمائی۔ خاکسار نے جلسے کی غرض و غایت اور لکھنؤ اردو کنونشن کے تاثرات کا مختصر خاکہ پیش کیا اس کے بعد مرکزی انجمن ترقی اردو کے نمایندہ جناب خیر بہروری صاحب نے اپنی تقریر میں اردو علاقائی زبان کے مسئلے پر روشنی ڈالی۔ آپ کی تقریر سے متاثر ہوکر حاضرین نے طے کیا کہ خورجہ میں کم از کم بیس ہزار دستخط حاصل کئے جائیں گے۔ دستخط کرانے کی مہم میں جن حضرات نے رضاکارانہ اپنی خدمتیں پیش کیں ان کی ایک کمیٹی ترتیب دی گئی۔

صدر جلسہ نے فرمایا کہ میری ساری عمر اردو سے محبت کرنے میں گذری ہے میں اپنی پیرانہ سالی کے باوجود جوانوں سے زیادہ کام کروں گا حکیم سید عبدالحمید صاحب کاملوی صدر انجمن ترقی اردو خورجہ نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔

علاقائی زبان کی تحریک

جالندھر

۱۸ جنوری۔ مقامی مہرہ کرین ہوٹل میں مشرقی پنجاب کے سرکردہ شعرا اور ادب دوست حضرات کی ایک محفل میں مندرجہ ذیل تجویز متفقہ رائے سے پاس کی گئی "مشرقی پنجاب کے اردو پنجابی شعرا اور ادبا کی یہہ محفل انجمن ترقی اردو ہند کی اسکی آئینی تحریک کی حمایت کرتی ہے جو اس نے اردو کو یوپی کی علاقائی

زبان قرار دینے کے لئے شروع کی ہے یہ محفل حکومت ہند سے بھی مطالبہ کرتی ہے کہ وہ اردو زبان کو ملک میں نہ صرف ہندی کے برابر درجہ دے بلکہ ہر صوبہ میں اس کی زندگی کو محفوظ رکھنے کے حالات پیدا کرے جن تعلیمی اداروں میں اردو زبان ذریعہ تعلیم نہیں رہی ان میں اردو پڑھنے کی خواہش رکھنے والوں کو آسانیاں مہیا کی جائیں کیونکہ اردو محض مسلمانوں کی ہی زبان نہیں بلکہ سارے ہندوستان (بالخصوص مشرقی پنجاب) میں بولی اور سمجھی جاتی ہے اس محفل میں جن اصحاب نے شرکت کی ان میں سے چند ایک نام یہ ہیں۔ درد نکودری ایڈیٹر ہند سماچار۔ مخمور جالندھری، انجور سامری، رکھبیر داس ساغر، دینا ناتھ ورما ایڈیٹر روزانہ پرتاب جالندھر، ہرنگران شاد، سوہن سنگھ مہوله ایڈیٹر روزانہ اجیت، دلیراج شرما، سورج کول سرور ایڈیٹر روزانہ اجیت۔

لکھنو

۲۲ دسمبر۔ ادارہ "بزم انیس" لکھنو کے ایک جلسہ میں جو مفتی گنج میں مسٹر سہیل کی صدارت میں ہوا۔ ایک تجویز کے ذریعہ انجمن ترقی اردو کی اس مہم کی پوری پوری تائید کی جو وہ اردو کو یوپی کی علاقائی زبان تسلیم کرانے میں کر رہی ہے اور اپنے پورے تعاون و اشتراک کا یقین دلایا ایک دوسری تجویز میں عوام سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ زبان کے مسئلہ کو فرقہ وارانہ رنگ میں نہ رنگیں۔

میرٹھ

مورخہ ۹ جنوری سنہ ۱۹۵۲ء کو جناب محترم میجر جنرل شاہ نواز صاحب موضع آلہ ڈن ضلع میرٹھ میں تشریف لائے۔ آپ کی خدمت میں ینگ پیوپلز کلب کی طرف سے سپاسی نامہ پیش کیا گیا۔ جس میں اردو کے مسئلہ کا بھی ذکر کیا گیا۔ (مشکور عمر نائب صدر)

ایڈرس میں شکایت کی گئی کہ اردو زبان کو بجائے تو اقلیت کی زبان قرار دیا گیا پھر بڑی بے شرمی کے ساتھ اردو کی ہندوستانی زبان ہونے سے ہی انکار کر دیا گیا اور یوپی کے ایک وزیر محترم نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اردو یوپی کی علاقائی زبان ہی نہیں ہے۔ اردو یا ہندوستانی یوپی اور دہلی کی علاقائی زبان ہونے کے علاوہ پورے ہندوستان اور پاکستان اور دوسرے نواحی ملکوں میں بولی، سمجھی، لکھی اور پڑھی جاتی ہے۔ اردو چکبست، اقبال، غالب، پریم چند، کرشن چندر، راجندر سنگھ بیدی، احمد عباس، علی برادر جعفری، بلونت سنگھ اور احمد علی ایسے ملکی اور بین الاقوامی شہرت رکھنے والے ادیبوں کی زبان ہے۔ اردو ہندو مسلم مشترکہ کلچر کی مظہر ہے اس ایڈریس میں علاقائی زبان کی تحریک کی پوری تائید کی گئی۔

منڈھیاون

۱۷ دسمبر سنہ ۱۹۵۱ء کو بوقت ۶ بجے شام بر مکان مولوی ابوالبقا صاحب ساکن تحصیل منڈھیاون کا ایک جلسہ زیر صدارت عبدالصمد صاحب مختار منعقد ہوا جسمیں اردو کی دستخطی مہم میں کام کرنے کی عوام سے اپیل کی گئی اور قرار پایا کہ صدر جمہوریہ و وزیر اعظم ہند کی خدمت میں درخواست کی جاوے کہ موصوف بموجب آرٹیکل ۳۴۷ دستور جمہوریہ ہند اردو کو اتر پردیش میں علاقائی زبان تسلیم کئے جانے کا حکم صادر فرمائیں۔

سالانہ اجلاس

دہلی

"انجمن ترقی اردو کی شاخ دہلی نے اپنے سالانہ جلسے میں ایک قرارداد منظور کی جس میں علاقائی زبان کی تحریک کی جو مرکزی انجمن نے شروع کی ہے پوری تائید کی گئی اور مرکزی انجمن کو یقین دلایا گیا کہ دہلی کی شاخ اس اہم

تحریک میں سرگرمی سے پورا پورا تعاون کریگی۔ نیز کہا گیا کہ دہلی کی شاخ کی رائے میں اردو زبان کی حفاظت کے لئے یہہ بہت اہم تحریک ہے اور ہر اردو بولنے والے کو ملک کے ہر حصہ میں اس کی عملی تائید کرنی چاہیئے۔"

اس قرارداد کو بیگم حمیدہ سلطان صاحبہ جنرل سکریٹری شاخ دہلی نے پیش کیا اور اس کی تائید آنند موہن زتشی گلزار دہلوی نے کی۔

جودھپور

۲۴ دسمبر۔ تحصیل مڑیا میں ایک جلسہ زیر صدارت جناب عبدالصمد صاحب منعقد ہوا جس میں اردو کی دستخطی مہم میں کام کرنے کی عوام سے اپیل کی گئی اور ایک مجلس کی تشکیل ہوئی جس کے صدر محمد حسن صاحب جعفری اور محمد جنید صاحب عباسی سکریٹری منتخب کئے گئے اور مندرجہ ذیل تجویز باتفاق رائے منظور ہو ئیں۔

صدر جمہوریہ ہند وزیر اعظم ہند کی خدمت میں درخواست کی جائے کہ وہ جمہوریہ ہند کے دستور دفعہ ۳۴۷ کی رو سے اردو کو علاقائی زبان تسلیم کئے جانے کا حکم صادر کریں۔ اور حکومت اتر پردیش کو مدرسوں، سرکاری اداروں اور عدالتوں میں اردو زبان جاری کرنے کے بارے میں احکام نافذ کریں۔

نئی مطبوعات

شاہراہ (ماہنامہ)

[ایڈیٹر۔ پرکاش پنڈت۔ بہ مکتبہ شاہراہ۔ دہلی۔ سالنامہ کی قیمت دو روپیہ]

ترقی پسند ادب کا ترجمان یہہ ماہنامہ یوں تو چار سال سے ترقی پسندی کے میدان میں اپنی منزلیں طے کرتا رہا ہے، لیکن اس سال کے سالنامہ کے مضامین اور ترتیب نے اس میدان کی بہت بڑی منزل طے کرلی ہے اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ بھارت میں یہہ ماہنامہ ترقی پسند ادب کی ترجمانی کا حق ادا کر رہا ہے۔ مضامین اور ترتیب کے اعتبار سے سالنامہ کا معیار بہت بلند ہے۔ اکھنے والوں میں ہم سجاد ظہیر، رام بلاس شرما، کرشن چندر، خواجہ احمد عباس، دیندرناتھ اشک، دیوندرستیارتھی اور بہت سے دوسرے ممتاز ترقی پسند ادیبوں کے قلم سے سالنامہ کے صفحات کو مالا مال پاتے ہیں۔ شعرا میں جذبی، احمد ندیم قاسمی، مخدوم، وامق، جگناتھ آزاد، فیض احمد فیض، مجروح سلطان پوری اور جدید شاعری کے دوسرے فنکاروں سے اس سالنامہ کے صفحات کو مزین پاتے ہیں۔ صرف یہی ایک کام آسان نہیں کہ ایک ہی مکتب خیال اتنے نامور اہل قلم کو اس ایک مجلہ میں جمع کرلیا گیا۔ حقیقت یہہ ہے کہ اس وقت شمالی ہندوستان میں شاہراہ ہی ایسا رسالہ ہے جو اپنے نصب العین کو پوری طرح نباہ رہا ہے۔ ادب کی جدید تحریکات کو ایسے نمایندوں کی بہت ضرورت ہے۔

غم دوراں

[مرتبہ غلام ربانی تاباں جسے حالی پبلشنگ ہاوس دہلی نے شایع کیا۔ قیمت دو روپیہ ۸ آنہ]

ہمارے جدید ادب کے ان علمبرداروں کی صف میں جو اپنی حقیقت شناسی اور حقیقت بیانی کی وجہ سے ایک نمایاں مقام حاصل کر چکے ہیں بہت سے ادیب اور شعرا ایسے ہیں۔ جنہوں نے عوام کی زندگی میں گھل مل کر زندگی کے تلخ حقایق کو دیکھا ہے، اس لئے وہ زیادہ تر اسی پہلو کو اپنے ادب میں نمایاں کرتے ہیں۔ تاباں صاحب نے اس کتاب میں ایسے حقیقت شناس شعرا کے کلام کا انتخاب جمع کیا ہے۔ یہہ انتخاب ہر طرح اچھا ہے اور اس کا نام غم دوراں بھی بہت موزوں ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ یہہ انتخاب کتابی صورت میں صحیح ذوق کے تقاضے پورے کریگا۔

باہتمام عزیز حسین منیجر نیشنل پرنٹرس کمپنی میں چھپا اور قاضی عبدالغفار صاحب
پبلشر نے صدر دفتر انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڈھ سے شائع کیا